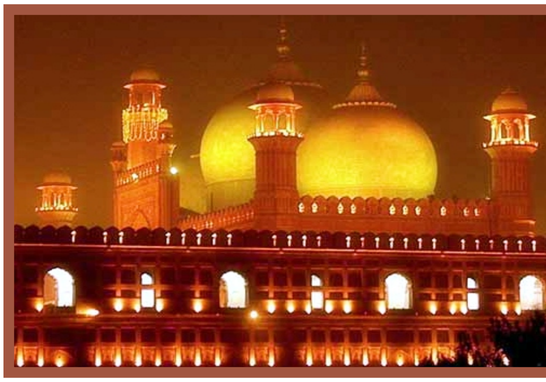

مغلیہ دور کا ایک خوبصورت شاہکار

بادشاہی مسجد

آیئے آج آپ کو بادشاہی مسجد لاہور کی تاریخ بتاتے ہیں ویسے تو اس بلند و بالا عمارت اور شایانِ شان مسجد کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر آج کی تحریر نہ صرف منفرد بلکہ تاریخ کے اوراق سے حاصل شدہ ایک شاندار تحقیق بھی ہے جسے پڑھ کر امید کیا جا سکتا ہے کہ یہ مضمون قلمکاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ بہرحال یہ تھی اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات مگر حقیقت اس سے کچھ مختلف بھی نہیں ہے۔ جب آپ اسے پڑھیں گے تو آپ کو محسوس ہو گا کہ واقعی حالات و واقعات اور سن عیسویں کا ذکر بہت باریک بینی اور تحقیق کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ مغلیہ سلطنت کے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کی بصیرت و آگہی اور مسلمانوں سے محبت کے پیشِ نظر بادشاہی مسجد کی تعمیر لاہور میں ہوئی۔ بادشاہی مسجد لاہور، پاکستان اور جنوبی ایشیا کی دوسری بڑی مسجد ہے۔ اسے دنیا کی پانچویں بڑی مسجد میں شمار کیا جاتا ہے، مسجد حرم، مسجد نبوی، مسجد حسن دوئم کاسابلانکا، فیصل مسجد اسلام آباد کے بعد اسی کا نمبر ہے۔ فیصل مسجد بننے سے قبل اس کا شمار پاکستان کی سب سے بڑی مسجد میں کیا جاتا تھا۔ اس میں دس ہزار نمازی اندر اور دس ہزار صحن میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہ 1673ء سے 1986ء تک دنیا کی سب سے بڑی مسجد رہی، اس کا صحن دنیا کی مسجدوں میں سب سے بڑا صحن ہے، اس کے مینار تاج محل کے میناروں سے تیرہ فٹ نو انچ زیادہ اونچے ہیں۔ مسجد کا صحن 278,784 مربع فٹ وسیع ہے جس میں تاج محل کا پورا پلیٹ فارم سما سکتا ہے۔ بادشاہی مسجد لاہور چھٹے مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے بنوائی تھی، اس کی تعمیر مئی 1671ء میں شروع ہو کر اپریل 1673ء میں مکمل ہوئی تعمیر کی دیکھ بھال اورنگزیب عالمگیر کے رشتہ کے بھائی مظفر حسین (فدائی خان کوکا) نے کی، مظفر حسین 1671ء تا 1675ء لاہور کا گورنر رہا، مسجد کو اورنگزیب عالمگیر کے حکم پر قلعہ لاہور کے بالکل سامنے بنایا گیا تاکہ بادشاہ کو آنے جانے میں آسانی رہے، اس بات کے لئے قلعہ میں ایک دروازہ مزید بنایا گیا جو عالمگیری دروازے کے نام سے منسوب ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں اس مسجد کا بڑا غلط استعمال ہوا، پوری مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل اور اسلحہ خانہ بنا دیا گیا، چاروں میناروں کے گنبد توپوں کیلئے استعمال کئے گئے جس سے ان کو سخت نقصان پہنچا، انگریزوں نے جب سکھوں کو شکست دی تو مسجد کے استعمال کو بھی بحال کیا، اصطبل اور اسلحہ خانہ قلعہ میں منتقل کیا، مگر مسلمانوں سے ان کو خدشات لاحق تھے اس لئے مسجد کی ایک بڑی دیوار منہدم کر دی تاکہ مسلمان مسجد کو قلعہ کے طور پر استعمال نہ کر سکیں۔ 1852ء عیسویں کے بعد مسجد کی مرمت کا کام شروع ہوا، اور مسجد میں نماز کے اجتماعات جاری ہوئے۔ 1939ء سے 1960ء تک اس مسجد میں مرمت ہوتی رہی اور تقریباً پچاس لاکھ روپیہ خرچ ہوا، یہاں تک کہ مسجد اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔ مرمت کا کام زین یار جنگ بہادر کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا۔ 22 فروری 1974ء میں دوسری اسلامی کانفرنس کے موقع پر 39 اسلامی ممالک کے سربراہوں نے یہاں پر نمازِ جمعہ ادا کی، مولانا عبدالعزیز آزاد خطیبِ مسجد نے امامت کی، اس مسجد کے صدر دروازے کے قریب ایک چھوٹا سا عجائب گھر بھی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تبرکات رکھے ہوئے ہیں۔ سن 2000ء میں کچھ مرمت اور تزئین کا کام دوبارہ شروع ہوا، سنگ مرمر کے ٹائلز لگائے گئے، اور 2008ء میں صحن میں سرخ پتھر کے ٹائل لگائے گئے۔ یہ پتھر پرانے پتھروں کے مماثل راجستھان (بھارت) سے منگوائے گئے تھے۔

بادشاہی مسجد لاہور کا ڈیزائن جامع مسجد دہلی کی طرز پرہے جس میں اسلامی،ایرانی،مشرقی ِ وسطی اور ہندوستانی عمارت کاری کے ملے جلے اثرات پائے جاتے ہیں۔صدر دروازے کی سیڑھیاں سنگِ علوی کی ہیں جو سنگِ مرمر کی ایک قسم ہے،اصل مسجد کی چھت سات مختلف حصوں میں تقسیم کی ہوئی ہے جو محرابوں پر مشتمل سات گنبدوں سے پاٹی گئی ہے،بیچ کے تین گنبد دوہری اونچائی کے ہیں،جبکہ بقیہ چار گنبد چپٹی شکل کے ہیں۔بیچ کے تینوں گنبد سفید سنگِ مرمر کے ہیں۔مسجد کا صدر ہال جہاں امام کھڑا ہوتا ہے،منبت کاری Stucco کی بہترین مثال ہے،دیواروں اور چھت کی روغنی تزئین Fresco اور سنگِ مرمر کا inlaid کام بہت عمدہ کیا ہوا ہے۔بیرونی دیواروں پر سنگ سرخ پر سنگِ مرمر کا چھلائی اور کارنسوں کا کام دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے،سنگِ مرمر کی جڑائی کا کام بھی بہت صفائی سے کیا گیا ہے،پھول پتوں میں کنول کے پھول سفید سنگِ مرمر سے سرخ پتھر میں پیوست کئے گئے ہیں۔پھولوں کے ڈیزائن ہندی یونانی،وسطی ایشیا اور ہندی عمارت کاری سے مشابہت رکھتے ہیں۔مغل نقش و نگار اور شایانِ شان عمارتکاری میں توازن Symmetry کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا،اسی لحاظ سے شمال اور جنوب میں دروازے نہیں بنائے گئے کیونکہ شمال میں راوی بہتا تھا،دروازہ نہیں بن سکتا تھا اس لئے جنوب میں بھی دروازہ نہیں بنایا۔دیواریں سرخ اینٹوں سے چونے کے گارے کے ساتھ بنائی گئی ہیں،اصل فرش سرخ اینٹوں سے بنایا گیا تھا،بعد میں مرمت کے وقت سنگِ سرخ استعمال کیا گیا،صدر ہال میں جو سنگِ مرمر استعمال کیا گیا ہے اسے سنگِ ابری بھی کہتے ہیں۔قرآنی آیات صرف دو جگہ لکھی گئی ہیں،ایک صدر دروازہ پر اور دوسری جگہ محراب و منبر کے اوپر کلمہ لکھا ہوا ہے۔مقبرہ علامہ اقبال بادشاہی مسجد لاہور کے صدر دروازہ کے پاس حضوری باغ میں سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ بنا ہوا ہے،یہ مقبرہ مستطیل شکل میں سنگِ سرخ سے بنایا گیا ہے،مشرق اور جنوب میں ایک ایک دروازہ ہے اور شمالی دیوار میں سنگِ مرمر کی جالی لگی ہوئی ہے۔اندرونِ مزار علامہ اقبال کی کتاب زبورِ عجم سے چھ اشعار منتخب کر کے خطاطی کی گئی ہے،مزار کا سنگِ مرمر افغانی لوگوں کی طرف سے تحفہ میں دیا گیا تھا۔لوحِ مزار پر قرآنی آیات کندہ کی گئی ہیں،اس مقبرہ پر اس زمانے کے ایک لاکھ روپئے خرچ ہوئے تھے،اور عمارت 13 سال میں مکمل ہوئی تھی،تعمیر میں تاخیر اس لئے ہوئی کہ تقسیمِ ہندوپاکستان کے بعد جے پور سے پتھر آنا بند ہو گیا تھا،سنگِ سرخ جے پور سے اور سنگِ مرمر مکرانہ راجپوتانہ سے آتا تھا۔مزار کا پتھر افغانی لوگوں نے فراہم کیا تھا،یہ وہی پتھر ہے جو بابر بادشاہ کے مزار میں استعمال ہوا ہے،اسے لیپز لزولی کہا جاتا ہے۔مقبرہ کی تعمیر کے لئے علامہ کی وفات (21 اپریل 1938ء) کے بعد چودھری محمد حسین کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے بعد بہت سے ڈیزائن دیکھے گئے،حیدرآباد دکن کے چیف انجینئر جناب نواب زین یار جنگ بہادر کا ڈیزائن پسند کیا گیا جو افغانی مورش بلڈنگوں کا نمونہ تھا،تاخیر کا باعث فنڈز کا نہ ہونا بھی تھا کیونکہ کمیٹی حکومتِ وقت سے کوئی امداد لینا نہیں چاہتی تھی لہذہ اقبال کے چاہنے والوں نے ہی فنڈز فراہم کئے۔مزار پر پاکستانی رینجرز کے دستے تعینات رہتے ہیں۔بادشاہی مسجد آج بھی مغلوں کی عظمت کی گواہی اور جاہ وجلال کی تصویر ہے۔مغل فن تعمیر کا کمال یہ ہے کہ اس کے چاروں گنبدوں پر چڑھ کر چند کلومیٹر دور مقبرہ جہانگیر کے میناروں کو دیکھیں تو صرف تین ہی مینار نظر آئیں گے چوتھا چھپ جاتا ہے۔اس طرح جہانگیر کے مقبرے سے بادشاہی مسجد کے میناروں کو دیکھیں تو وہاں سے بھی صرف تین ہی مینار نظر آتے ہیں،چوتھا نظروں سے اوجھل ہی رہتا ہے۔